ادارے یا اداروں کو دے دی جائیں جہاں انہوں نے اپنا بیشتر وقت تعلیم و تدریس کے ذریعے دین کی خدمت میں گزارا اور جہاں اب بھی اللہ کے دین کے غلبہ اور ترویج کے لیے سنجیدہ کوششیں ہو رہی ہیں۔

حافظ صاحب کا تعلق اللہ کے بندوں کے اس طبقہ سے تھا جس کے بارے میں خود قرآن مجید ﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ کے الفاظ میں گواہی دے رہا ہے۔ ان کی زندگی میں دین و دنیا کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔ قرآن کی ہمہ وقت خدمت اور اللہ کے حقوق کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اہل خانہ سے محبت و انس، بچوں کی بہترین تعلیم و تربیت اور ان کی عملی زندگی کے لیے سوچ بچار، عزیز و اقارب سے میل ملاقات، رفقاء کے ساتھ خوش اخلاق و ملنسار، طلبہ کے لیے نہایت شفیق اور خیر خواہ، ضرورت مند کی حاجت کو پورا کرنے میں مستعد و مصروف۔ یہ تھیں صفاتِ حمیدہ جو ان کے اندر بتوفیق الٰہی بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

حافظ صاحب کے شاگردانِ رشید اور ان کے رفقاء اس بات کے عینی شاہد ہیں کہ وہ خشک مزاج زاہد و عابد انسان نہ تھے بلکہ بڑے زندہ دل اور خوش گفتار تھے۔ جب وہ کسی موضوع پر گفتگو فرماتے تو سامعین کو مناسب حال لطائف اور واقعات سے بھی محظوظ کرتے رہتے اور اس طرح سننے والے تازہ دم ہو جاتے۔

آخر میں صدرِ مؤسس انجمن خدام القرآن، ناظم اعلیٰ مرکزی انجمن خدام القرآن، عزیز محترم حافظ عاکف سعید، ڈاکٹر نعم العبد، کرنل ذوالقرنین اور حافظ صاحب مرحوم کی صاحبزادیوں کو اس مفید اجتماع کے انعقاد پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ ربّ جلیل سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے اور اپنے رسول علیہ الصلاۃ والسلام کے بتائے ہوئے راستے اور اس کی راہنمائی میں زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم روزِ محشر خادم قرآن حافظ صاحب کی معیت اور صحبت میں ایک بار پھر جمع ہو سکیں۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

(۴)

ہمارے والدِ محترم: محبّتِ قرآن کا مظہر

محترمہ ڈاکٹر نصرۃ النعیم

دختر حافظ احمد یار مرحوم

آج کی اس تقریب کا انعقاد ہم سب کے لیے باعثِ مسرت و سعادت ہے کہ ہم سب آج ایک ایسے درویش صفت انسان کو یاد کر رہے ہیں جن کی ساری زندگی اللہ پر غیر متزلزل توکل کے ساتھ بسر ہوئی اور میرے خیال میں آج ان کی وفات کے تقریباً ۱۲ سال بعد اس تقریب کا انعقاد بھی ان کے اسی توکل کے سلسلے کی ہی ایک کڑی ہے۔ وہ اپنا ہر کام ہر ممکن کوشش کے بعد اللہ کے سپرد کر دیا کرتے تھے اور ان کے تمام کام بڑے احسن طریقے سے انجام پا جایا کرتے تھے۔ آج ان کے بیٹے اور بیٹوں جیسے عزیز و مخلص

رفقاءِ کرام ان کے لیکچرز کو جدید طریقۂ کار کے عین مطابق سی ڈیز کی شکل میں محفوظ کر کے اور تمام طالبانِ علم تک ان کی رسائی کا بہترین انتظام کر کے یقیناً اس مشن کی تکمیل میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں جو مشن مرحوم پروفیسر حافظ احمد یار صاحب کا تھا۔ یعنی قرآن کی بہتر تعلیم وتفہیم کے لیے کوشاں رہنے والے حافظ احمد یار مرحوم کے مشن کو جدید ذرائع سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش میں ہاتھ بٹانے والے ہر فرد کو اپنی رحمت سے اجرِ کثیر سے نوازے۔ آمین!

کسی فلسفی کا قول ہے: ''اگر تم کسی کی عظمت کا اندازہ لگانا چاہتے ہو تو اس کی موت کا انتظار کرو''۔ آج اس قول کی صداقت پر مجھے یوں یقین آیا کہ میرے والد صاحب جو اپنی زندگی میں صرف حافظ صاحب کہلوانا پسند کرتے تھے آج ان کی وفات کے بعد ہم سب انہیں خادمِ قرآن اور عاشقِ قرآن کے نام سے یاد کر رہے ہیں اور صرف یاد نہیں کر رہے بلکہ اس کا اقرار کر رہے ہیں کہ قرآن پاک سے جتنی محبت ان کے دل میں موجود تھی وہ شاید ہی کسی اور کے حصے میں آئی ہو۔ یہ تو ان پر اللہ تعالیٰ کا خاص کرم تھا' بقول شاعر: ؎

جسے چاہا در پہ بلا لیا' جسے چاہا اپنا بنا لیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے' یہ بڑے نصیب کی بات ہے

اور یہ ہمارے لیے بڑے نصیب کی بات ہے کہ ہم ان کی اولاد ہیں۔ اولاد جس میں ماں باپ کی شبیہہ نظر آتی ہے۔ اگرچہ ہم اپنے عظیم باپ کی تمام خوبیوں سے متصف نہیں ہیں مگر ہر قدم پر ہماری یہ دعا ہے کہ یا اللہ ہمیں بالکل ویسا بنا دے جیسا ہمارے والد ہمیں دیکھنا چاہتے تھے۔ یقیناً وہ ہمیں بھی اپنی طرح اس سیدھے راستے پر چلتا ہوا دیکھنا چاہتے تھے جس راستے پر چلنے سے دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں انسان کو حاصل ہو جاتی ہیں۔ یا اللہ! ہماری دعاؤں میں تاثیر دے اور انہیں قبول فرما۔ آمین!

والد محترم پروفیسر حافظ احمد یار کی قرآن سے محبت ان کے ہر ہر عمل سے جھلکتی ہے' مثلاً انہوں نے اپنے سب بچوں کے نام قرآن پاک سے منتخب کر کے رکھے۔ اپنے بچوں کو' خاص طور پر بچیوں کو' قرآن پاک خود پڑھایا' کیونکہ قرآن پاک کی درست تلاوت میں کسی کوتاہی کو وہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ قرآن پاک پڑھتے وقت جہاں کسی بچی نے دوسری یا تیسری غلطی کی وہیں سبق روک دیا جاتا تھا اور سبق اچھی طرح یاد کرنے کا حکم ملتا تھا۔ کبھی قرآن پاک جلد ختم کرنے کی بات نہیں کرتے تھے' بلکہ ہمیشہ صحیح قرآن پڑھنے کی تلقین کرتے تھے' خواہ ایک صفحے پر دو دن لگ جائیں۔

ہمارے والد محترم نے ۲۳ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کرنے کی سعادت حاصل کی۔ عین عالمِ شباب میں ان کی قرآن پاک سے یہ محبت ان کی تمام زندگی ان کے ساتھ ساتھ رہی۔ ان کے معمولاتِ زندگی میں ایک اہم کام ہر سال باقاعدگی سے رمضان میں نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنانا تھا۔ اس کے لیے وہ رمضان سے ایک دو ماہ پہلے یعنی رجب اور شعبان میں ہی اپنے دنیاوی کاموں پر توجہ کم کر کے اپنی زیادہ توجہ قرآن پاک کی تلاوت پر مرکوز کر دیا کرتے تھے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ان کی زندگی میں

قرآن پاک کو دیگر تمام امور سے زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ وہ قرآن پاک کی تحفیظ کے بعد اس کو ہمیشہ یاد رکھنے کے معاملے میں بہت محتاط تھے۔ ہمیشہ ہمیں کہا کرتے تھے کہ اگر قرآن پاک کی ایک آیت کو یاد کر کے بھلا دیا جائے تو یہ بہت بڑا گناہ ہے' لہٰذا قرآن پاک کے جتنے حصہ کو بھی یاد کرو اسے ہمیشہ یاد رکھو۔

ہمارے والد صاحب کے ایک قریبی دوست نے اپنے بیٹے کو بڑی محبت سے قرآن حفظ کروایا۔ ان کی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا رمضان میں نماز تراویح میں قرآن پاک سنائے' مگر ایک چودہ پندرہ سالہ لڑکے کو کسی مسجد میں تراویح پڑھانے کا موقع نہیں مل رہا تھا اور اس صورت حال میں یقیناً وہ باپ بیٹا دلبرداشتہ ہو رہے تھے۔ جب ہمارے والد محترم کے سامنے یہ مسئلہ زیر بحث آیا تو آپ نے اپنے دوست سے کہا کہ میں اس بچے کا سامع بنوں گا اور یہ ہمارے گھر میں نماز تراویح پڑھائے گا۔ چنانچہ آپ اس بچے کے پیچھے سامع بن کر پورا قرآن پورا رمضان سنتے رہے۔ آپ کی اس حوصلہ افزائی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ بچہ اس کے بعد ہر سال رمضان میں نماز تراویح پڑھانے کے قابل ہو گیا اور کچھ عرصہ بعد مختلف مساجد میں قرآن مجید تراویح میں سنانا اس کی زندگی کا لازمی حصہ بن گیا۔ بخدا ایسی شمع جلانا جس کی لو کبھی مدھم نہ ہو ہر کسی کے بس کی بات نہیں۔ ایسے کاموں میں اپنی ذات کی نفی کرنی پڑتی ہے اور اپنی ذات کی نفی صرف وہ لوگ کر سکتے ہیں جو دنیاوی عزت اور اعلیٰ عہدوں سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ بلاشبہ ہمارے والد پروفیسر حافظ احمد یار مرحوم بھی ایسے چیدہ لوگوں میں سے تھے۔ اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ۔

پروفیسر حافظ احمد یار مرحوم ومغفور کی قرآن سے محبت اور قرآن سے متعلق علوم پر علمی وتحقیقی کام کے بارے میں کئی گھنٹے گفتگو کی جاسکتی ہے مگر وقت کی کمی کا مسئلہ ہمیشہ آڑے آتا ہے۔ ہم یہ بات یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ جب ہم سب ان سی ڈیز سے استفادہ کریں گے تو میرے والد محترم کی حبِ قرآن ایک خوشبو کی طرح ہمارے اردگرد پھیل جائے گی جس سے ہم سب اپنی اپنی استطاعت کے مطابق فیض حاصل کر سکیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ پاک اس کاوش میں شریک ہر فرد کی مساعیٔ جمیلہ کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور ہم سب کو اس کاوش سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے! آمین!

وما توفیقی الا باللّٰہ العلی العظیم

حافظ صاحب مرحوم کا ذخیرۂ کتب

مندرجہ بالا تأثرات میں حافظ احمد یار صاحبؒ کی بیش قیمت لائبریری کا تذکرہ بھی ہوا ہے اور ڈاکٹر قاری محمد طاہر صاحب اور ڈاکٹر جمیلہ شوکت صاحبہ نے حافظ صاحب کے بچوں کو یہ پرخلوص مشورہ بھی دیا ہے کہ ان کا ذخیرۂ کتب کسی ایسے ادارے کے سپرد کر دیا جائے جہاں انہوں نے اپنا بیشتر وقت تعلیم وتدریس کے ذریعے دین کی خدمت میں گزارا اور جہاں اب بھی اللہ کے دین کے غلبے اور ترویج کے لیے سنجیدہ کوششیں ہو رہی ہیں' تاکہ حافظ صاحب کی روح آسودہ ہو۔ چنانچہ یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حافظ صاحب مرحوم کے صاحبزادے جناب ڈاکٹر نعم العبد نے اپنے بھائی بہنوں کی رضامندی سے یہ گراں قدر علمی ورثہ قرآن اکیڈمی لائبریری کو ہدیہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور ان دنوں کتب کی مرحلہ وار نقل مکانی کا سلسلہ جاری ہے۔ فجزاھم اللّٰہ احسن الجزاء!